دیار ہند کا ایک علمی سفـــر

شرف الدین اصلاحـــی

سال گزشتہ فروری اور مارچ میں میں نے اپنے مفوضہ ریسرچ پروجیکٹ "مولانا حمید الدین فراھی" کے سلسلے میں ہندوستان کا دوسرا مطالعاتی دورہ کیا ۔ اس مرتبہ میں دھلی ، علی گڑھ ، الہ آباد ، لکھنو ، اور اعظم گڑھ شہر اور مختلف قصبات اور دیہات میں پھرا ۔ کتب خانے کھنگالے ۔ افراد اور اشخاص سے ملاقاتیں کیں ۔ اس دوران روزنامچے کی صورت میں صبح سے شام تک کی موٹی موٹی باتیں قلمبند کرتا گیا ۔ واپس آنے کے بعد یہاں کی ذمہ داریوں نے خصوصاً فکر و نظر کی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیات نے اتنی مہلت نہ دی کہ کسی اور طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ۔ اسی میں یہ روداد سفر بھی بقول غالب نقش و نگار طاق نسیاں ہو گئی ۔ ان اشارات اور یادداشتوں کو دوبارہ تفصیل سے لکھنے یا مرتب کرنے کا موقع نہ ملا ۔ فرصت با فراغت نہ وہاں تھی نہ یہاں ہے ۔

نسخۂ شوق بہ شیرازہ نہ گنجد زنہار
بگذارید کہ ایں نسخہ مجزا ماند

جو کچھ جیسے تھا نذر قارئین ہے ۔ سردست قیام علی گڑھ کی سرگزشت پیش خدمت ہے ۔

۱۷ فروری ۱۹۸۰ع کو لاہور سے بذریعہ کار واھگہ کے لئے روانہ ہوئے ۔

پاکستان ہندوستان دونوں طرف کسٹم اور چیک پوسٹ میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا ۔ لکھت پڑھت کا کام کرنے والوں سے لیکر مزدور قلی تک سبھی

مسافروں کو دونوں ھاتھ سے لوٹتے ھیں ۔ کاغذات سفر میں سرکاری ملازم اور تعلیم یافتہ ھونے کے ذکر کا یہ فائدہ ھوا کہ دونوں طرف میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا گیا بلکہ خصوصی سلوک سے نوازا گیا ۔ عملہ کے لوگ اچھی طرح پیش آتے اور چائے پانی کے لئے پوچھتے ۔ قلیوں کو بھی جرأت نہیں ھوئی کہ تنگ کرتے ۔

دونوں طرف قلیوں کے ریٹ مقرر ھیں اور رسید دیکر پیسے لیتے ھیں ۔ پاکستان سائڈ پر ۵ روپے اور ھندوستان سائڈ پر ۸ روپے ریٹ مقرر ہے ۔ اس فرق کی وجہ غالباً فاصلے کی کمی بیشی ھو ۔ اس مقررہ رقم کے علاوہ قلی اور اھلکار مختلف بہانوں سے لوگوں کی جیبیں خالی کرتے ھیں ۔اکثر لوگ لٹنے پٹنے کے بعد امرتسر پہنچے تو شاکی تھے کہ کنگال کر دیا ۔ اٹاری سے امرتسر تک ٹیکسی کا کرایہ ۵۰ . ۱۲ فی کس ادا کیا گیا ۔ امرتسر ریلوے اسٹیشن پر قلیوں نے دو آدمیوں کے سامان کے ۱۴ روپے لیئے ۔ دو قلیوں نے ٹیکسی سے سامان اتارا ، انتظارگاہ میں لے جا کر بٹھایا پھر وھاں سے اٹھا کر گاڑی میں سوار کرایا ۔ اس اعتبار سے اجرت زیادہ نہیں لی ۔ ٹاٹا میں جگہ نہیں ملی اس لئے جنتا سے دلی کے لئے روانہ ھوئے ۔ ٹکٹ کی قیمت امرتسر سے دلی تک ۵۰ . ۲۰ روپیے برتھ ریزرویشن کے ۲۵ . ۵ الگ سے دینے پڑے ۔ پانچ بجے جنتا روانہ ھوئی ۔ ھمارے ڈبے میں جو تھری (۳) ٹائر تھا زیادہ تر پاکستانی تھے ۔ سفر اچھا رھا ۔ بوگی صاف ستھری تھی ۔ تھرڈ کلاس میں بھی جو پاکستان کی طرح سیکنڈ کلاس کہلاتا ہے گدے لگے ھوئے تھے ۔ ٦ بجے صبح ٹرین دھلی پہنچی ۔ دُھند اور کہر چھائی ھوئی تھی ۔ قلیوں نے ۲ آدمیوں کے سامان کے ، دو قلی تھے ، ۸ روپے لئے ۔ اسٹیشن سے چتلی قبر جماعت اسلامی کے مرکزی دفتر پہنچے ۔ میرے ھمسفر کو یہیں ٹھہرنا تھا ، میں بھی ساتھ بندھا گیا ۔ مرکز کے لوگوں سے ملاقات ھوئی ۔ یوسف صاحب کہیں باھر گئے ھوئے تھے ۔ قیم جماعت افضل حسین صاحب اور دیگر اھلکاروں سے ملاقات ھوئی ۔ ناشتے میں سادگی

دیکھ کر مدرسے کی زندگی یاد آئی ۔ چنا اور چائے یہ ناشتہ تھا ۔ غالباً رس بھی تھے ۔ ناشتہ کرکے وحید الدین خان مدیر "الرسالہ" سے ملنے ان کے دفتر گئے ملاقات ہوئی ۔ الجمعیت کی بلڈنگ میں ان کا دفتر ہے ۔ چوڑی والان ، بلی ماران ، گلی قاسم جان سے پا پیادہ گذر ہوا ۔ یہ قدیم شہر کا قدیم حصہ ہے ، پرانی عمارتیں اور حویلیاں دیکھ کر ذہن ماضی کی طرف بار بار منتقل ہوتا رہا۔ دلی سے متعلق برسوں پہلے کے پڑھے ہوئے اشعار یاد آئے اور گنگناتا رہا ۔ ہائے دلّی کی گلیاں ، دلّی کے کوچے !

دل ولی کا لے لیا دلّی نے چھین
جا کہو کوئی محمد شاہ سوں
(ولی)

دلّی کے نہ کوچے تھے اوراق مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
(میر)

کیا بود و باس پوچھو ہو پورب کے ساکنو
ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے

دلّی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے

اس کو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

(میر)

گرچہ پورب میں بہت ہے ان دنوں قدر سخن
کون جائے ذوق پر دلّی کی گلیاں چھوڑ کر

(ذوق)

تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز

(حالی)

سنا تھا دلی کرٹھگ مشہور ہیں۔ مگر ایسی کوئی بات نظر سے نہیں گزری ۔ "دلّی کی دال والی منہ چکنا پیٹ خالی" ، اس کا بھی کہیں تجربہ نہیں ہوا ۔ یہ باتیں اگلے وقتوں میں کبھی رہی ہوں گی ۔ یا اب پھیل کر اتنی عام ہو چکی ہیں کہ دلّی کے ساتھ اس کی خصوصیت باقی نہیں رہی ۔

محلہ بلی ماران کی گلی قاسم جان میں مرزا غالب کی حویلی ہے ۔ اسی گھر میں جلایا ہے چراغ آرزو برسوں۔ اسی گھر میں غالب کا انتقال ہوا۔ خاص وضع کا پھاٹک اسی حال میں ہے ۔ باقی ادھر اُدھر دکانیں نئے طرز کی بن گئی ہیں ۔ اندر کے حصے میں دوکاندار کا زنانخانہ ہے پھاٹک میں لکڑی کی ٹال اور کوئلے کی دوکان ہے جس کے مالک ایک بڑے میاں ابراھیم نامی ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھے لکڑی اور کوئلے کے لین دین میں مصروف اپنا ہاتھ

منہ کالا کر رہے تھے ۔ غالب سے متعلق میرے بعض سوالات پر بولے «ارے بھائی شعر شاعری والے تو ان کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں مگر عالم لوگ بے دین شرابی کبابی کہتے ہیں ۔» پھاٹک کے دائیں طرف بھڑ بھوجے اور بائیں طرف ریگزین کی دوکان ہے ۔ غالب کی قبر نظام الدین اولیاء میں ہے ۔ وہیں ایک غالب اکیڈمی بھی ہے جس میں کتابوں کے علاوہ غالب کے باقیات کو ماڈلوں کی صورت میں رکھا گیا ہے ۔ یہ اکیڈمی میں سال گذشتہ دیکھ چکا تھا اس لئے دوبارہ جانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد کے ڈائرکٹر جناب ڈاکٹر عبد الواحد ہالے پوتا صاحب نے چلتے وقت فرمائش کی تھی کہ اگر دلی جانا ہو تو وہاں کے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کا پتا کرنا اور اگر انسٹی ٹیوٹ سے متعلق کوئی بروشیر وغیرہ ہو تو حاصل کرکے فوراً بذریعہ ڈاک بھیج دینا ۔ میں نے دھلی پہنچتے ہی اس کے متعلق لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا ۔ معلوم ہوا کہ یہ ادارہ دلی شہر سے ۱۸ کیلومیٹر دور تغلق آباد میں ہے ۔ ٹیکسی سے آنے جانے میں اچھا خاصا کرایے کا خرچ تھا ۔ بس سے جانے کا وقت نہ تھا ۔ وحید الدین خان کے ذریعے انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر کا اتا پتا ملا ۔ مرکز جماعت آکر میں نے ٹیلیفون پر بات کی ۔ وہ اس وقت نئی دھلی میں واقع پرانے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ ٹیلیفون ہی پر انہوں نے رہنمائی کی اور ہم تقریباً ۱۲ بجے ان کے پاس پہنچے ۔ آٹو رکشے سے ۸۵ . ۲ میٹر میں کرایہ بنا ۔ میں نے رکشہ ڈرائیور کو پانچ روپے کا نوٹ دیا ۔ اس نے انتہائی شرافت سے ۱۵ . ۲ روپے واپس کر دئیے ۔ فاصلہ اچھا خاصا تھا ۔ رکشے میں پندرہ منٹ لگے ۔ اندازہ ہوا کہ یہاں کے رکشے والے میٹر درست رکھتے ہیں ، حریص اور لالچی بھی نہیں ۔ پاکستان میں ٹوٹے پیسے واپس کرنے کا دستور نہیں ۔ عادتیں بگڑی ہوئی ہیں ۔ میٹر بھی شاذو نادر ہی درست ہوتا ہے ۔ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر سید اوصاف علی سے تفصیلی

ملاقات ہوئی ۔ انہوں نے علاوہ زبانی گفتگو کے اپنے ادارے سے متعلق بروشیر اور لٹریچر بھی عنایت کیا ۔ چائے اور بسکٹ سے تواضع الگ کی ۔ تقریباً ۲ بجے واپسی ہوئی ۔ واپسی میں ایک سردار جی کے آٹو رکشے میں بیٹھے ۔ کرایہ ۲۰۵۲ روپے بنا ۔ آنے جانے کے کرایوں میں یہ فرق اس لئے ہوا کہ واپسی میں اتفاقاً راستہ صاف ملا ، سگنل پر رکنا کم پڑا ، اور وقت بھی ۱۵ منٹ کی بجائے ۱۰ منٹ صرف ہوا ۔

مرکز جماعت پہنچے تو دو بج چکے تھے ۔ کھانا کھایا گیا ۔ دیر دعوت کے ایڈیٹر صاحب سے خُمینی اور موجودہ ایران کے متعلق ان کے مشاہدات و تاثرات سنے ۔ وہ حال ہی میں تہران سے واپس آئے تھے ۔ ان کو انقلاب کی سالگرہ میں شرکت کی دعوت ملی تھی ۔ سرکاری مہمان کی حیثیت سے وہ ایران گئے تھے ۔ انہوں نے موجودہ ایران کے متعلق اچھے تأثرات کا اظہار کیا ۔ میں تین بجے سیدھے سائیکل رکشے سے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا ۔ وقت کی تنگی کے باعث بعض قریبی عزیزوں کے ہاں جانا نہ ہو سکا ۔ ڈھائی روپیہ کرایہ طے ہوا ۔ دہلی سے علی گڑھ کا کرایہ ۲۰ . ۷ روپے دینے پڑے ۔ قلی کو ۳ روپے دیئے ۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا ۔ جنتا ایکسپرس سے ۴ بجے شام روانہ ہوئے ۔ ڈبہ بہت خراب ملا ۔ ریزرویشن نہ ہونے کے سبب سفر بہت تکلیف دہ رہا ۔ اتنا تکلیف دہ کہ توبہ بھلی ۔ خدا خدا کرکے تقریباً ۸ بجے علی گڑھ پہنچے ۔ قلی کو ۳ روپے دئیے ۔ اس نے جھگڑا کیا ۔ سائیکل رکشے میں سوار ہو کر سول لائن چلے ۔ کافی دیر کی تلاش کے بعد ٹھکانے پہنچے ۔ میرے ساتھ رکشے والا بھی بہت خوار ہوا ۔ ۵ روپے رکشے والے کو دئیے ۔ وہ بھی خوش ہو کر چلا گیا ۔ علی گڑھ میں میرا قیام اپنے عزیز علی اختر صاحب کے پاس رہا ۔ علی

اختر صاحب علی گڑھ یونیورسٹی کے ٹریننگ کالج میں استاذ ھیں ۔ یہ جگہ یونیورسٹی سے ملی ھوئی ہے اور اس علاقے میں زیادہ تر یونیورسٹی ھی کے لوگ رھتے ھیں ۔ علی اختر سے معلوم ھوا کہ علی گڑھ یونیورسٹی میں اساتذہ کے کل تین کیڈر ھیں ۔ لیکچرر ۔ ریڈر ۔ پروفیسر ۔ اور ان کے اسکیل درج ذیل ھیں :۔

لکچرر ۔ ۷۰۰ ۔ ۴۰ ۔ ۱۱۰۰ ۔ ۵۰ ۔ ۱۶۰۰

ریڈر ۔ ۱۲۰۰ ۔ ۵۰ ۔ ۱۳۰۰ ۔ ۶۰ ۔ ۱۹۰۰

پروفیسر ۔ ۱۵۰۰ ۔ ۶۰ ۔ ۱۸۰۰ ۔ ۱۰۰ ۔ ۲۰۰۰

یہ بنیادی اسکیل ہے ۔ الاؤنسز اس کے علاوہ ھیں ۔

۱۹ فروری ۸۰ء

۱۹ کی صبح نہانے دھونے اور سفر کی تھکن اتارنے میں گذری ۔ ۱۱ بجے علی اختر یونیورسٹی سے کلاس وغیرہ بھگتا کر گھر آئے ۔ ان کے ساتھ ۱۲ بجے آمد کی اطلاع دینے تھانے اور سی آئی ڈی آفس کی کھوج میں نکلے ۔ ایک بجے تک اس کام سے فارغ ھو کر گھر آ گئے ۔ کھانا کھایا اور آرام کیا ۔ شام کو بعض شناساؤں کی تلاش میں نکلے جو قریب ھی سکونت پذیر ھیں ۔ راستے میں اشتیاق ظلی مل گئے ۔ ان کا تعلق اعظم گڑھ کے ایک گاؤں چھاؤں سے ہے ۔ چھاؤں کا عربی میں ترجمہ کرکے یائے نسبتی لگا کر ظل سے ظلی بنا لیا گیا ہے ۔ ظلی مروجہ سرکاری تعلیم کے علاوہ مدرسۃ الاصلاح کے پڑھے ھوئے ھیں ۔ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں استاذ ھیں ۔ ان لوگوں کے ساتھ دوسرے متعدد لوگوں سے ملاقات ھوئی ۔ اعظم گڑھ ھی کے ایک اور دوست مولانا امین احسن اصلاحی کے خاندانی عزیز ڈاکٹر محمد اشتیاق سے بھی ان کے گھر ملاقات ھوئی ۔

یہ صاحب یونیورسٹی کے شعبہ پولیٹکل سائنس میں استاذ ہیں انہوں نے بتایا کہ ان کی نظر سے لارڈ کرزن کی وہ تقریر گذری ہے جو اس نے خلیج فارس اور سواحل عرب کے دورے میں شیوخ کے سامنے کی تھی اور جس میں مولانا فراھی ترجمان کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھے ۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ یہ تقریر تلاش کرکے میرے لئے نکالیں گے ۔

اشتیاق صاحب کے ھاں سے رخصت ھو کر ھم لوگ یونیورسٹی اسٹاف کلب گئے ۔ خیال تھا کہ یہاں مولانا عبد الرحمان طاھر سورتی کے بھائی احمد سورتی صاحب سے ملاقات ھوگی ۔ بعض امانتیں ان تک پہنچانی تھیں ۔ دیر تک انتظار کیا گیا مگر وہ صاحب تشریف نہیں لائے ۔ تقریباً ۹ بجے ھم کلب سے روانہ ھوئے ۔ راستے میں سورتی صاحب کا مکان پڑتا ہے ۔ دستک دی گئی ، وہ گھر پر ھی موجود تھے ۔ ان دنوں طبعیت کچھ ناساز ہے اس لئے کلب نہیں گئے ۔ میں نے امانتیں ان کے حوالہ کیں ۔ دیر ھو چکی تھی اس لئے دوسری ملاقات کا وعدہ کرکے ھم واپس آ گئے ۔

۲۰ فروری ۸۰ء

آج سے باقاعدہ کام شروع کرنا تھا ۔ اشتیاق ظلی اور علی اختر پہلے ھی اپنے اپنے حلقہ اثر میں میری آمد کی تشہیر کر چکے تھے ۔ میں پونے نو بجے گھر سے تنہا نکلا ۔ رکشہ کیا اور ٹریننگ کالج پہنچا ۔ رکشے والے نے ایک روپیہ کرایہ لیا ۔ کالج سے علی اختر صاحب کو لیا اور ھم دونوں اشتیاق ظلی کے پاس ان کے شعبے گئے ۔ اشتیاق ظلی کے پاس ھی فرخ جلالی ملے ۔ فرخ جلالی صاحب آج کل شعبہ تاریخ میں ھیں مگر اس سے پہلے ایک عرصہ تک یونیورسٹی لائبریری میں کتب حوالہ جات کے نگران اور ریکارڈ کیپر رھے ھیں ۔ بیشتر چیزیں ان کی نظر سے گذر چکی تھیں ۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے متعدد

چیزیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں ۔ اورینٹل سیکشن کے انچارج محمد ضیاء الدین انصاری صاحب نے بھی تعاون کیا ۔ ایک بجے تک ہم لوگ لائبریری میں مصروف رہے ۔ ایسی بہت سی چیزیں مل گئیں جن کی تلاش تھی ۔ کھانا کھانے گھر واپس آ گیا ۔ پیدل آنا ہوا ۔ کھانا کھا کر سو گیا ۔ سستی غالب آئی ۔ دوبارہ یونیورسٹی جانا نہ ہو سکا ۔ ۵ بجے ظلی صاحب گھر پر ہی آ گئے ۔ ۱۰ بجے تک ان کے ساتھ گپ شپ رہی ۔ اشتیاق صاحب نے طبقات ابن سعد کے دونوں ہی نسخے عربی اور فارسی اپنے نام نکلوا لئے تھے ۔ استفادہ کے لئے میرے پاس چھوڑ گئے ۔ رات میں کام کرنا چاہا مگر بجلی چلی گئی ۔ اس لئے سونا پڑا ۔ صبح اٹھ کر ان کتابوں سے ضروری باتیں نقل کیں ۔ مولانا فراہی نے زمانہ طالب علمی میں غالباً سرسید کی فرمائش پر اس کو عربی سے فارسی میں منتقل کیا تھا ۔

۲۱ فروری ۸۰ء

۹ بجے یونیورسٹی کے لئے نکلے ۔ لائبریرین صاحب سے ملاقات آج بھی نہیں ہوئی ۔ آج وہ آفس ہی نہیں آئے ۔ مولانا آزاد لائبریری کے اورینٹل ڈویژن میں رسالہ بدءالاسلام تلاش کیا گیا ۔ اشتیاق ظلی کی کوشش اور عملے کے تعاون سے عربی فارسی دونوں متن مل گئے جو اشتیاق صاحب کے نام نکلوا کر گھر لائے گئے ۔ یہ رسالہ شبلی نے مرتب کیا اور فراہی نے فارسی میں ترجمہ کیا ۔ دوپہر اشتیاق ظلی کے ساتھ یونیورسٹی کے بازار شمشاد مارکیٹ کی سیر کی ۔ چار کاپیاں دو روپے میں خریدیں ۔ ایک عدد Jem کا شارپنر خریدا ، قیمت ۱.۲۵ تھی۔امرود ڈھائی روپیہ سیر لیا گیا ۔ جوتے کی قیمت ایک جوتا بنانے والے سے دریافت کی ، معلوم ہوا کہ ۷۵ روپے میں بنا دے گا ۔ بازار کی مسجد میں نماز ظہر ادا کی ۔ دو ڈھائی بجے پھر لائبریری پہنچے ۔ لائبریرین صاحب

تشریف نہیں لائے تھے ۔ کوئی اور کام تھا نہیں ، المنار کے فائل موجود تھے ، ان کی ورق گردانی کی ۔ نظام القرآن پر مولانا رشید رضا کی تقریظ جلد ۱۲ کے دوسرے شمارے میں ملی ۔ ڈاکٹر معین کے مقالے کا معلوم کیا گیا مگر کیٹلاگ میں وہ نہیں ملا ۔ یہ مولانا فراھی پر پی ایچ ڈی کا تھیسس ہے ۔ ۴ بجے یونیورسٹی سے نکل کر اجمل کی تلاش میں پیدل ھی حبیب ھال گیا ۔ کمرہ نمبر ۲۴۳ جہاں اجمل سے ملنا تھا مقفل تھا ۔ ساتھ والے کمرے میں چھاؤں کے ایک ریسرچ اسکالر نسیم ظلی تھے ان سے بات چیت ہوئی ۔ انہی کے ساتھ جاوید سے ملاقات ہوئی جو قریب ھی دوسرے ہوسٹل کے کمرہ نمبر ۴۷ میں تھے ۔ جاوید سلمہ اعظم گڑھی اور عزیز ھیں ، ایم اے کے طالب علم ھیں ۔ جاوید نے چائے اور بسکٹ سے تواضع کی ۔ انہی کے ھاں اعظم گڑھ کے بعض دوسرے لڑکوں سے بھی ملاقات ہوئی ۔ جاوید گھر تک چھوڑنے آئے ۔ ھم دونوں وھاں سے پیدل ھی گھومتے گھامتے واپس گھر آئے ۔ اشتیاق ظلی کے ھاں رات کا کھانا تھا ۔ کچھ دیر آرام کرکے میں اختر اور جاوید کوئی آٹھ بجے اشتیاق ظلی کے ھاں پہنچے ۔ کھانا ھوا ۔ اس کے بعد دیر تک سرسید اور شبلی ، علی گڑھ اور ندوہ کے موضوع پر گفتگو رھی ۔ ۱۰ بجے گھر واپس ہوئے ۔ راستے میں اختر صاحب نے خوشبودار میٹھے پان کھلائے ۔ پاکستان میں پان اپنے لیے شجر ممنوعہ رھتا ہے ۔ مہنگا ھونے کے علاوہ عام طور سے اتنا بد ذائقہ ھوتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ جی نہیں چاھتا بلکہ کھا کر کوفت سی ھوتی ہے ۔ اختر صاحب نے ایک خاص دوکان سے پان کھلایا ، واقعی مزا آیا ۔ گھنٹوں مزے لے لے کر چباتا رھا ۔ صبح تک اس کا مزہ رھا ۔ اشتیاق ظلی کے ھاں سے بھٹنا گر کی ایک کتاب "علی گڑھ ایم اے او کالج" لے آیا تھا ، اس کو دیر تک الٹ پلٹ کر دیکھتے رھے ۔ بجلی اشتیاق صاحب کے ھاں ھی جا چکی تھی ۔ لالٹین اور لیمپ سے کام چلایا گیا ۔ اس کتاب میں کوئی خاص چیز نہیں ملی ۔ بعض حوالے بطور یادداشت نوٹ کر لیے ۔

ظلی کے ہاں سے واپسی کے بعد اعظم گڑھ روانگی کا پروگرام بھی زیر غور آیا ۔ طے پایا کہ بدھ کے بعد کی کوئی تاریخ ، جس میں سیٹ مل جائے ، ریزرویشن کرا لی جائے ۔ جاوید سلمہ نے اس کا ذمہ لیا کہ وہ کل ہوسٹل سے اسٹیشن جا کر پتا کریں گے ۔

کل مٹر کی پھلی ایک روپے کی ڈیڑھ کیلو لی گئی تھی ۔ آج ۸ آنے کیلو کی آواز لگا رہے تھے ۔ آلو نسبةً مہنگا ہے ۔ ایک روپیہ کیلو ۔ گاجر ۶۰ پیسے کیلو ہے ۔ یونیورسٹی ہوسٹل میں اقامت پذیر طلبہ کے مصارف کی بابت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے حبیب ہال میں کھانے کا خرچ ۵۰ روپے ماہوار ہے ۔ صرف دو وقت کا کھانا ملتا ہے ۔ اس میں ناشتہ شامل نہیں ہے ۔ سنگل بیڈ روم کا کرایہ حبیب ہال میں ۱۲ روپے ماہوار ہے ۔

۲۲ فروری ۸۰ء

آج جمعے کا دن تھا ۔ یونیورسٹی کے دفاتر اور لائبریری ساڑھے آٹھ بجے کھل کر ساڑھے گیارہ بجے بند ہو گئے ۔ میں بھی آج کچھ سویرے ہی یونیورسٹی پہنچ گیا ۔ مولانا فراہی پر معین الدین اعظمی کے مقالے کا سراغ مل گیا ۔ انصاری صاحب نے اسے ڈھونڈ نکالا ۔ آج ساڑھے گیارہ بجے تک اسی کی ورق گردانی کرتا رہا ۔ حالات کا حصہ بہت مختصر ہے ۔ اس میں زیادہ باتیں وہی ہیں جو اب تک پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں ۔ انہوں نے ایک خاص پہلو کو لیا ہے ۔ میرا موضوع اس سے بہت وسیع ہے ۔ ساڑھے گیارہ بجے اٹھ گئے ۔ اشتیاق ظلی کے ڈیپارٹمنٹ آئے ۔ انہوں نے پانچ بجے شام گھر آنے کو کہا ۔ ہم اکٹھے ہی نکلے ۔ راستے میں امرود خریدا گیا ڈھائی روپے کیلو ۔ وہ اپنے گھر چلے گئے میں اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوا ۔ جمعے کی نماز کے لئے نکلے تو جاوید آئے

ہوئے ملے ۔ جمعے کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا گیا ۔ جاوید میرے لئے B S C کی ہوائی چپل لے آئے ، قیمت ۹۵ ، ۱۰ تھی ۔ پاکستان کی نسبت دام زیادہ تھے۔وہ اسٹیشن سے معلوم کر آئے تھے ، ۲۶ فروری اور یکم مارچ کی تاریخوں میں برتھ مل رہی تھی ۔ اختر صاحب سے مشورہ کے بعد طے ہوا کہ یکم مارچ کی ریزرویشن کرا لی جائے .. جاوید کو سوروپے کا نوٹ دیا کہ وہ برتھ ریزرو کرا لیں ۔ دو ڈھائی بجے وہ چلے گئے ۔ میں لیٹ گیا ، نیند آ گئی ۔ ساڑھے چار بجے اٹھنا ہوا ۔ پانچ بجے اشتیاق ظلی آ گئے ۔ پروگرام کہیں جانے کا تھا ۔ مگر بیٹھے تو بیٹھے ہی رہے ۔ گپ شپ ہوتی رہی ۔ ۹ بجے رات تک سلسلہ جاری رہا ۔ اشتیاق چلے گئے ۔ ہم لوگوں نے کھانا کھایا ۔ میں نے نماز پڑھی اور سو گیا ۔ بجلی آج بھی غائب رہی ۔

۲۳ فروری ۸۰ء

صبح ناشتے سے فارغ ہو کر بچوں کو خط لکھا ۔ ۱۰ بجے یونیورسٹی پہنچا ۔ ایک صاحب کے ساتھ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے دفتر گئے کہ یہاں بھی پرانا ریکارڈ ہے شاید کوئی مفید مطلب چیز مل جائے ۔ لیکن بدقسمتی سے انچارج صاحب تشریف نہیں لائے ۔ معلوم ہوا کہ پیر کو ملیں گے ۔ یہ عمارت یونیورسٹی کی پرانی عمارتوں میں سے ہے ۔ آزاد لائبریری کی نئی عمارت سے زیادہ دور نہیں ۔ ہز ہائینیس نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروا ئے بھوپال کے عطیہ سے ۱۹۱۵ء میں تعمیر ہوئی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے لئے ۔ اردو میں ایک لمبا چوڑا کتبہ لگا ہوا ہے جس میں اس کی متعلقہ تفصیلات درج ہیں ۔ ایک گوشے میں ایجوکیشنل کانفرنس کا دفتر اور لائبریری وغیرہ ہے ۔ عمارت کا بڑا حصہ بچوں کے اسکول کے لئے وقف ہے ۔ اوپر انجمن ترقی اردو علی گڑھ کا دفتر ہے ۔ آدھ گھنٹے کی سیر کے بعد میں

یونیورسٹی لائبریری واپس آ گیا ۔ لائبریرین صاحب آج بھی نہیں آئے ۔ ڈپٹی لائبریرین سے ملاقات کی ۔ انہوں نے فارم بھروا کر عارضی ممبر شپ کا کارڈ جاری کروا دیا ۔ ڈاکٹر معین الدین کا مقالہ نکلوا کر اس میں سے ضروری حوالے وغیرہ نقل کئے ۔ دوپہر ڈیڑھ بجے تک اس کام سے فارغ ہو گیا ۔ بھوک پیاس محسوس ہوئی ۔ شمشاد مارکیٹ چلا گیا ۔ راستے میں کیلے والے سے کیلے لیکر کھائے ۔ یہاں کیلے بیچنے والوں کا دستور نرالا ہے ۔ اپنا مال بیچنے سے زیادہ وہ گاھکوں کی خدمت کو ضروری خیال کرتے ھیں ۔ بیچارے ھر آنے جانے والوں کو سلام کرتے ھیں ۔ گاھک کھڑا ھو جاتا ہے اور وہ ایک ایک کیلا چھیل چھیل کر بچوں کی طرح اسے پیش کرتے جاتے ھیں ۔ گاھک بس کہہ دے تو رک جائیں گے ۔ آج میرے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ ھوا ۔ میں نے تین کیلے کھائے ۔ کیلے بھر بُھر خستہ میٹھے اور خوش ذائقہ تھے ۔ شمشاد مارکیٹ میں ایک عدد سیب قیمت ۱۲ آنے اور سو گرام جلیبی قیمت ۶۰ پیسے کھا کر طبیعت سیر ھو گئی ۔ ظہر کی نماز وھیں مسجد میں ادا کی ۔ واپس لائبریری آئے تو تین بج چکے تھے ۔ بقیہ وقت سرسید روم میں گذارا ۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے ضخیم فائلوں کی ورق گردانی میں وقت گذر گیا ۔ ایک دو جلدیں بمشکل دیکھی جا سکیں ۔ اس کمرے میں جتنا بڑا ذخیرہ کھنگالنا ہے اس کے لئے مہینوں کی مدت درکار ھوگی ۔

یونیورسٹی سے گھر کے لئے نکلے تو راستے میں اختر ملے ۔ وہ فیکلٹی لاؤنج میں ایک سیمینار اٹنڈ کرنے جا رھے تھے ۔ قریب ھی اسٹاف کلب تھا ۔ میں وھاں گیا ۔ تھوڑی دور ھی پر جاوید مل گئے ۔ وہ رجسٹرار آفس سے آ رھے تھے ۔ انہوں نے ٹکٹ حوالے کیا اور کل آنے کا وعدہ کرکے رخصت ھو گئے ۔ ٹکٹ سرائے میر تک کا ہے ۔ ٹکٹ کی قیمت ۳۰ روپے ، ۵ روپے ریزرویشن کے لگے ۔ میں کلب گیا اور ضرورت سے فارغ ھو کر فیکلٹی لاؤنج پہنچا ۔ "کمیونلزم" پر یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات (پولیٹیکل سائنس) کی طرف سے سیمینار کا اھتمام کیا گیا تھا

اچھے پیپرز پڑھے گئے اور بحث و گفتگو بھی اچھی رہی ۔ سنجیدہ ماحول میں تمام کارروائی ہوئی ۔ درمیان میں چائے اور بسکٹ دیا گیا ۔ ساڑھے چھ بجے سیمینار ختم ہوا ۔ وہاں سے اٹھ کر اسٹاف کلب آ گئے ۔ احمد سورتی اور یونیورسٹی کے بہت سے اساتذہ ایک کمرے میں بیٹھ گئے اور دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں ۔ کوئی دس بجے گھر لوٹے ۔ کھانا کھایا ۔ آج اختر صاحب کو بچوں کے بگڑنے کا خیال ہوا ۔ تنبیہ تادیب ڈانٹ ڈپٹ کے بعد انہوں نے گھر کے ماحول اور گھریلو زندگی پر ایک لمبی تقریر کی جو ۱۲ بجے تک جاری رہی۔ میں اٹھا نماز پڑھی اور سو گیا ۔

۲۴ فروری ۸۰ء

آج اتوار ، چھٹی کا دن ہے ۔ بازار ، شہر جانا ہے ۔ حبیب الرحمن اور جاوید دونوں گھر آ گئے ۔ انہی کے ساتھ شہر جانا ہوا ۔ علی گڑھ گندہ شہر ہے ۔ جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر اور بدبو کی لپٹ سے سابقہ پڑا ، ایک سوٹ کا گرم کپڑا خریدا گیا ۔ قیمت ۲۲۰ روپے ادا کرنی پڑی ۔ بجلی دن بھر نہیں آئی ۔ اس لئے فوٹو اسٹیٹ کا کام نہیں ہوا ۔ البرٹ ٹیلر ماسٹر کو سوٹ سلنے کے لئے دے دیا گیا ۔ سلائی دو سو روپے ہو گی ۔ دو تالے (٦ - ۱۰روپے) ایک قینچی (۸روپے) ایک چاقو(۲ روپے) خریدا ۔ ڈھائی بجے تک گھر واپس آ گئے ۔ شام کے پانچ بجے احمد سورتی صاحب کے ہاں جانا ہوا ۔۸ بجے تک نشست رہی ۔ گفتگو زیادہ تر مولانا فراہی پر یا تصوف پر ہوتی رہی ۔ ۹ بجے کے قریب واپس گھر آئے ، کھانا کھایا ، نماز پڑھی اور سو گئے ۔

۲۵ فروری ۸۰ء

کل رات ہی پروفیسر سورتی کے ہاں اشتیاق ظلی اور علی اختر کے

ساتھ طے ہو گیا تھا کہ کل ۱۱ بجے سب مل کر وفد کی صورت میں وائس چانسلر سے ملاقات کریں گے اور مولانا فراہی پر مواد کی فراہمی میں ان سے مدد کی درخواست کریں گے ۔ ایک ہفتہ گذر گیا مگر ابھی تک کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی ۔ یونیورسٹی کے قدیم ریکارڈ سے مطلوبہ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں ۔ پروگرام کے مطابق ہم چار آدمیوں کا وفد وائس چانسلر سے ملنے ان کے آفس گیا ۔ پہلے سے کوئی وقت لینا ضروری نہیں سمجھا گیا ۔ معلوم ہوا کہ وائس چانسلر صاحب آج اپنے دفتر نہیں آئیں گے ۔ بات ختم ہوئی ۔ یہاں سے سورتی صاحب تو واپس اپنے ڈیپارٹمنٹ چلے گئے کہ انہیں کام تھا بقیہ تین آدمی فیزکس ڈیپارٹمنٹ جا کر ڈاکٹر سید فضل محمد ریڈر شعبہ طبعیات و رکن یو سی جی کمیٹی سے ملے اور مسئلہ ان کے سامنے رکھا ۔ ڈاکٹر اسرار ریڈر شعبہ طبعیات ہمارے ساتھ تھے ۔ ان کا تعلق بھی اعظم گڑھ سے ہے ۔ اپنی اعلی دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے بیرون ملک بھی جانے جاتے ہیں ۔ انہوں نے ضروری باتیں نوٹ کر لیں اور وعدہ کیا کہ متعلقہ لوگوں سے گفتگو کرکے بتائیں گے ۔ کل معلوم ہوگا کہ انہیں کس قدر کامیابی ہوئی ۔ ہم وہاں سے اٹھے تو دو بج چکے تھے ۔ فیکلٹی آ گئے ۔ وہاں یونیورسٹی کے اردو سہ ماہی رسالے فکر و نظر کے ایڈیٹر عتیق صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ شعبہ اردو کے ایک اور استاد شہر یار صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ۔ پروفیسر عتیق سے معلوم ہوا کہ شعبہ اردو میں اساتذہ کی تعداد ۲۲ ہے اور طلبہ ہزار سے زیادہ ہیں ۔ یونیورسٹی میں طلبہ کی کل تعداد ان دنوں پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) کے قریب ہے ۔ وہاں سے فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز گئے مگر دیر ہو چکی تھی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ تقریباً ڈھائی بجے اختر اور ظلی گھر کے لئے روانہ ہوئے ۔ میں لائبریری آ گیا ۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جلد ۱۰ ۔ ۱۱ جو پہلے ہی سے نکال کر رکھی ہوئی تھی ان کی ورق گردانی کرتا رہا ۔ کوئی کام کی بات نہیں ملی ۔

ساڑھے چار بجے لائبریری بند ہو گئی ۔ میں نکل کر قریب ہی لان میں بیٹھ گیا۔ آج دوپہر کا کھانا شمشاد مارکیٹ کے ایک ہوٹل میں کھایا ۔ اسٹو کی پلیٹ آئی ، اس میں بو آ رہی تھی ، واپس کیا ۔ کوفتے کی پلیٹ آئی ، بد ذائقہ ، زہر مار کیا ۔ ایک روپے چالیس پیسے لئے ۔ کھانا بہت خراب تھا ۔ گندگی اور پھوہڑ پن بے حساب تھا ۔ کالج کے تمام لڑکے یہیں کھانا کھاتے ہیں ۔ پانچ بجے کے قریب جاوید اور حبیب الرحمن آ گئے ۔ ان کو لے کر شہر گیا ۔ سوٹ کا ٹرائل ہوا ۔ آگرے کا پیٹھے کا مربہ تلاش کیا گیا ، نہیں ملا ۔ رسالہ بدءالاسلام اور طبقات ابن سعد ، فارسی تراجم کے سرورق اور ابتدائی دو صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کرائی گئی اور گھر واپس آ گئے ۔

۲۶ فروری ۸۰ء

۱۰ بجے لائبریری پہنچا ۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ دیکھنے کا کام جاری رہا ۔ ۱۹۰۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ تک کے گزٹ دیکھ ڈالے ۔ ہزار صفحات سے زائد دیکھ جانے کے باوجود کوئی مفید مطلب چیز نہیں ملی ۔ دو بجے یہ کام ختم ہوا ۔ کمر اور مونڈھے دُکھنے لگے شدت کی بھوک بھی لگ چکی تھی ۔ سامان خورد و نوش کی تلاش میں باہر نکلا ۔ لائبریری کے بیرونی گیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ حبیب الرحمن اپنے ایک دوست فقیر محمد کے ساتھ باہر سے آتے دکھائی دئیے ۔ حبیب الرحمن میرے عزیز اور میرے گاؤں سنجر پور کے رہنے والے ہیں اور فقیر محمد رشید احمد صدیقی کے وطن "مڑیاھو" کے رہنے والے ہیں ۔ فقیر محمد صاحب نے "مڑیا ھو" کے بارے میں بتایا کہ یہ دراصل "منڈی آھو" تھا جو بگڑ کر "مڑیا ھو" یا "منڈیا ھو" ہو گیا ۔ یہ دونوں لائبریری کے قریب ہی سلیمان ہال کشمیر ہاؤس (ہوسٹل) میں رہتے ہیں ۔ وہ مجھے ساتھ لے گئے اور ہوسٹل میں کھانا

کھایا گیا ۔ کھانا اچھا خاصا تھا ۔ دال گوشت روٹی اور چاول کھانے میں تھے ۔ کھانا دیکھنے میں بھی ٹھیک تھا اور کھانے میں بھی برا نہیں تھا ۔ اگر یہ بات نظر میں رکھیجائے کہ کھانے کی فیس ماھوار صرف پچاس روپے ہے تو محسوس ھوتاھیکہ بہت مناسب ہے۔ دھلائی کیلئےھوسٹل میں جو دھوبی لگے ھوئے ھیں وہ ۲۰ پیسے فی کپڑا چارج کرتے ھیں ۔ سن کر تعجب ھوا ۔ بازار میں ۱۲ آنہ ایک روپیہ فی کپڑا دھلائی ہے اور اتنا اچھا دھوتے بھی نہیں ۔ کھانا کھا کر وھیں کمرے میں نماز پڑھی اور لیٹ گئے ۔ ۴ بجے تک آرام کیا ۔ سوا چار بجے نکلے ۔ تھیلا لائبریری میں انصاری صاحب کے پاس چھوڑ آیا تھا ۔ تھیلا لیکر گھر کے لئے چلے ۔ علی گڑھ سے مجھے مولانا فراھی کے سلسلے میں جن چیزوں کی تلاش تھی اس کی ایک فہرست فقیر محمد صاحب کو ان کے مانگنے پر دے دی اس خیال سے کہ وہ بعد میں تلاش کرکے ڈھونڈ نکالیں گے ۔ اور مجھے بھیج دیں گے ۔ میں نے سوچا ابھی سے گھر جا کر کیا کروں گا ، قریب ھی ایس ایس ھال میں مولانا فراھی کے پوتے حمد اللہ فراھی کو دیکھنے گیا ۔ کمرے کا نمبر وغیرہ معلوم نہیں تھا اس لئے ان کا پتا نہیں چل سکا ۔ واپس گھر آ گیا ۔ مغرب کی نماز پڑھ کر کھانا کھانے کے بعد علی اختر کو لیکر پھر نکلے ۔ ڈاکٹر اسرار کے گھر گئے۔ ان کا تعلق بھی اعظم گڑھ کے ایک گاؤں سے ہے ان سے معلوم کرنا تھا کہ ڈاکٹر سید فضل محمد صاحب نے کیا کیا ۔ وہ گھر پر نہیں تھے ۔ معلوم ھوا کہ محمد اشتیاق صاحب اعظمی (پولیٹیکل سائنس) کے پاس گئے ھیں ۔ ھم وھاں پہنچے ۔ ملاقات ھوئی ۔ معلوم ھوا کہ متعلقہ رجسٹرار صاحب چھٹی پر تھے اس لئے بات نہ ھو سکی ۔ کل کا وعدہ کیا ہے ۔ اشتیاق صاحب کے ذمہ لگایا تھا کہ وہ لارڈ کرزن کی وہ تقریر نکال کر دیں گے جو اس نے خلیج فارس اور سواحل عرب کے دورے میں کی تھی اور جس میں مولانا فراھی اس کے ساتھ تھے ۔ میرے سامنے انہوں نے پھر تلاش شروع کی ۔ خوش قسمتی سے ان کی اپنی کتاب

میں اس کا حوالہ مل گیا ۔ وارڈ ۔ اے ڈبلیو گوچ ڈی پی کی کتاب Cambridge History of Foreign Policy V. III P. 321 پر وہ تقریر ہے ۔ کل یونیورسٹی میں اسے تلاش کیا جائے گا ۔ ۹ بجے تک نشست رہی ۔ واپس گھر آ گئے ۔ نماز پڑھی اور سو گئے ۔

۲۷ فروری ۸۰ء

۹ بجے صبح حسب معمول پیدل گھر سے نکلے ۔ سرسید ہاؤس راستے میں پڑتا ہے ۔ خیال ہوا اسے دیکھا جائے ۔ مگر وہ ابھی کھلا نہیں تھا ۔ معلوم ہوا ساڑھے نو بجے کھلتا ہے اور ساڑھے چار بجے بند ہوتا ہے ۔ وہاں سے اسلامک اسٹڈیز اور عربی ڈیپارٹمنٹ گیا ۔ شعبہ عربی کے صدر مختار الدین صاحب چھٹی پر تھے ۔ اقبال انصاری صاحب صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز سے ملاقات ہوئی ۔ بڑے تپاک سے ملے ۔ کافی سے تواضع کی ۔ کل شام گھر آنے اور کھانا کھانے کی دعوت دی ۔ میں نے معذرت کرنی چاہی مگر ان کے اصرار اور فیصلہ کن انداز کے آگے پیش نہ گئی ۔ سعید اکبر آبادی بھی یہیں ہوتے ہیں ۔ مگر آج وہ بھی نہیں آئے تھے ۔ البتہ اسلامک اسٹڈیز کی ڈیپارٹمنٹل لائبریری دیکھی ۔ وہاں سے آرٹس فیکلٹی ظلی صاحب کے پاس آئے ۔ گوچ کی کتاب تاریخ اور پولیٹیکل سائنس کے شعبوں میں مل کر تلاش کی گئی ، کامیابی نہ ہوئی ۔ ڈاکٹر عتیق مدیر فکرونظر کو دیکھنے گیا انکا کمرہ بند تھا۔گوچ کی کتاب مین لائبریری میں بھی تلاش کی گئی وہاں بھی نہیں ملی ۔ جلالی صاحب نے اسکرپٹ سیکشن میں قلمی خطوط کی نشاندھی کی ۔ ان کا خیال تھا کہ شاید ان میں کہیں مولانا فراھی کا بھی کوئی خط مل جائے ۔ اس سیکشن میں مسودات کا اچھا ذخیرہ ہے ۔ ۱۴ ہزار کے لگ بھگ قلمی مخطوطات جمع کئے گئے ہیں ۔ کوئی مطلوبہ چیز یہاں بھی نہیں ملی ۔ یہاں سے بے نیل مرام نکلے اور فیکلٹی

گئے ۔ ظلی کو ساتھ لیکر مدیر فکر و نظر کو تلاش کیا گیا ۔ ان سے فکر و نظر کے پرچے لینے تھے ۔ اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی ۔ ڈاکٹر صفی صاحب انچارج سرسید ہاؤس کو دیکھا گیا وہ بھی جا چکے تھے ۔ ہم نے اپنے طور پر ہی سرسید ہاؤس دیکھنے کا فیصلہ کیا ۔ ایک صاحب نے سرسید ہاؤس کی سیر تو کرادی ، مطلوبہ مواد کے لئے کل کا وعدہ کیا ۔

یہ وہ بنگلہ ہے جس میں سرسید رہتے تھے ۔ اس کو گرا کر اسی طرز پر نئے سرے سے تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی اسی کی حدود میں ایک طرف وہ بنگلیا ہے جو سرسید نے شبلی کے لئے بنوائی تھی ۔ سرسید کے باقیات میں ان کا عصا ، قطب نما گھڑی اور صوفہ سیٹ اور میز کرسیاں ، یہ چند چیزیں محفوظ کی گئی ہیں ۔ قدیم ریکارڈ بھی اسی بنگلے کے ایک کمرے میں محفوظ کیا گیا ہے ۔ اس عمارت کو سرسید اکیڈمی بنانے کا پروگرام ہے ۔ اسی خیال سے اسے تعمیر جدید کے بعد نئے سرے سے استوار اور آراستہ کیا گیا ہے ۔ چند منٹ میں اس کی سیر مکمل ہو گئی اور ظلی کے ساتھ گھر کی طرف چلے ۔ راستے میں ظلی صاحب نے اشارہ کرکے جامعہ اردو کی عمارت کو بتایا جہاں تین بجے قاری طیب صاحب کی تقریر تھی میں گھر آیا ۔ پانی گرم کراکے غسل کیا ۔ کھانا کھایا ، نماز پڑھی ، اتنے میں تین بج گئے ۔ قاری طیب صاحب کی تقریر سننے جامعہ اردو روانہ ہوئے ۔ یہاں متعدد ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی جن کی تلاش تھی اور وہ نہیں مل رہے تھے ۔ سعید اکبر آبادی ، تقی امینی وغیرہ سے ملاقات ہوئی ۔ فکر و نظر کے لئے ان لوگوں کو لکھنے کی دعوت دی ۔

گھر واپس آئے تو حبیب الرحمن منتظر تھے ۔ ان کو لیکر شہر گئے اور سوٹ لے آئے ۔ سوٹ کی سلائی ۲۰۰ روپے ادا کئے ۔ واپسی میں ایس ایس ہال میں پھر حمد اللہ فراہی کو تلاش کیا گیا ۔ وہ نہیں ملے ۔ کارڈ چھوڑ کر چلا آیا ۔

۲۸ فروری ۸۰ء

صبح اٹھ کر ترجمہ طبقات ابن سعد اور ترجمہ رسالہ بدءالاسلام پر کچھ کام کیا ۔ یہ دونوں کتابیں مولانا فراھی کی ھیں اور نایاب ھیں ۔ ۱۰ بجے سرسید ھاؤس (سرسید اکیڈمی) گیا ۔ اکیڈمی کے کارکنوں کی مدد سے ۳ ۔ ۴ گھنٹے صرف کرکے تنخواہ کے رجسٹر کھنگالے ۔

سرسید ھاؤس (سرسید اکیڈمی)

سرسید کے ذاتی بنگلے کو سرسید اکیڈمی بنانے کے لئے کام ھو رھا ہے ۔ پہلے مرحلے میں تعمیر نو کے بعد اس کو اس قابل بنایا گیا ہے کہ اس کو محض بطور یادگار اسی شکل میں محفوظ رکھنے کے بجائے ایک جدید علمی اکیڈمی کا درجہ دیا جا سکے ۔ تعمیر نو میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ نقشہ اور طرز تعمیر وھی رکھا جائے جو پرانی عمارت کا تھا ۔ گویا اس عمارت کی بنیادیں وھی ھیں البتہ تعمیری مواد نیا لگایا گیا ہے ۔ اکیڈمی کا اسٹاف مقرر کر دیا گیا ہے ۔ اس کے ڈائرکٹر پروفیسر خلیق احمد نظامی صدر شعبہ تاریخ ھیں ۔ اسی شعبے کے ایک اور استاذ ڈاکٹر وصی کو اکیڈمی کا انچارج بنایا گیا ہے ۔ باقی اس کا انتظامی عملہ ہے ۔ یہ سرسید کا ذاتی مکان ہے جس میں وہ رھائش رکھتے تھے ۔ اس کا وسیع و عریض کمپاؤنڈ ، خود عمارت کے دیوار و در اور سقف و بام دیکھ کر سرسید کے بڑا پن کا اندازہ ھوتا ہے جس کی ایک نہیں مختلف جہتیں ھیں اور اسی میں سے ایک جہت ان کی جسامت یا جسمانی فخامت بھی ہے ۔ اس اکیڈمی میں لگی ھوئی ایک تصویر سے ان کی دیو قامتی اور بھی نمایاں ھو کر سامنے آتی ہے ۔ تاریخ علی گڑھ اور سرسید کے ذکر میں شبلی کا تذکرہ بھی کسی نہ کسی صورت میں آ ھی جاتا ہے ۔

سرسید کے بنگلے کے کمپاؤنڈ میں شبلی کی بنگلیا کا ذکر بھی ضرور ھی دھرایا جاتا ہے۔ آج میں سرسید ھاؤس دیکھنے گیا تو شبلی کی بنگلیا کے متعلق بھی دریافت کیا ۔ اکیڈمی کے ایک کارکن نے ھاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ اس طرف ہے۔ پہلے تو میں اکیلا ھی چلا گیا لیکن جب مجھے اس قسم کی کوئی چیز نظر نہ آئی تو میں نے واپس آ کر دوبارہ استفسار کیا۔ وہ کارکن میرے ساتھ ھو گئے ۔ اینٹوں اور مٹی کے ملبے کی طرف وہ مجھے لے کر گئے ۔ ملبے کے پاس کھڑے ھو کر بتایا کہ یہ ہے شبلی کی بنگلیا ۔ جگہ جگہ پرانی اینٹ اور مٹی کے ڈھیر رہ گئے ھیں ۔ بنیادوں تک کا پتا نہیں چلتا ۔ بڑے درخت کے سایے میں چھوٹے درخت کا باقی رھنا کار دشوار ھوتا ہے۔ یہ بنگلیا سرسید نے اپنے قرب میں بطور خاص شبلی کے لئے بنوائی تھی ۔ ذمہ داران یونیورسٹی کو چاھئیے کہ اس کو بھی نئی زندگی عطا کریں ۔

اکیڈمی ابھی Under Making ہے۔ سرسید کے آثار و باقیات جو مل سکے اس میں رکھے گئے ھیں ۔ ان کی چھڑی اور قطب نما گھڑی اور کچھ فرنیچر جو ان کے زیر استعمال رھا اس اکیڈمی میں محفوظ کر دیا گیا ۔ مطالعہ کی میز تو ٹھیک ہے البتہ مطالعے کی کرسی سرسید کے ابعاد ثلاثہ سے ھم آھنگ نظر نہیں آتی ۔ علمی اعتبار سے اھم اس اکیڈمی کا وہ حصہ ہے جس کو آرکائیوز سیکشن کہا جاتا ہے ۔ اس میں یونیورسٹی کا پرانا ریکارڈ اور علی گڑھ کی تاریخ سے متعلق کچھ اور بھی پرانے کاغذات رکھے گئے ھیں ۔

اکیڈمی کا یہ حصہ جو علمی اور تاریخی اعتبار سے اھم ہے یونیورسٹی اتھاریٹیز اور حکومت ھند کی توجہ کا محتاج ہے۔ اھلکاروں اور عہدہ داروں کے دفتر اور اکیڈمی کے دوسرے کمرے وغیرہ تو صاف ستھرے ھیں اور ان میں عہد جدید کی سج دھج نظر آتی ہے مگر آرکائیوز سیکشن ، جو اصل ہے ، یوں محسوس

ہوتا ہے کہ بے توجہی اور کسمپرسی کا شکار ہے ۔ یونیورسٹی کا تمام قدیم ریکارڈ یہاں منتقل کر دیا گیا ہے ۔ یہ ریکارڈ بہت قیمتی اثاثہ اور قومی سرمایہ ہے ۔ عہد جدید کے تقاضوں کے مطابق اس کو مرتب کرکے اس قابل بنانے کی ضرورت ہے کہ اس سے استفادہ کیا جا سکے ۔ اس وقت تک یہ عظیم الشان ذخیرہ کاغذات کے انبار اور فائیلوں کے ڈھیر کی شکل میں سرسید ہاؤس کے دو کمروں میں بند کر دیا گیا ہے ۔ روزانہ صفائی اور جھاڑ پونچھ کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں دیتا ۔ خود اکیڈمی کا عملہ اس کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرتا ہے کہ اس کے کپڑے گرد و غبار سے اٹ جائیں گے ۔ آرکائیوز سیکشن کے ایک کارکن فہمی صاحب آج میری خاطر بدقت تمام اس کو کھلوانے میں کامیاب ہوئے ۔ یونیورسٹی کے پے رول (رجسٹروں) کو دیکھ کر مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ فراھی کب سے کب تک علی گڑھ کے ٹیچنگ اسٹاف میں رہے ۔ فہمی صاحب کی مدد سے اس میں قدرے کامیابی ہوئی ۔ اس تلاش و تحقیق کے نتائج جلد ھی ،،فراھی اور علی گڑھ،، کے عنوان سے نذر قارئین کئے جائیں گے ۔ اکیڈمی کا عملہ شاکی نظر آیا ۔ یونیورسٹی اتھاریٹیز اور حکومت ھند کو اس طرف توجہ کرنی چاھئے اور آرکائیوز سیکشن کی مناسب دیکھ بھال اور حفاظت کے لئے ضروری وسائل مہیا کرنے چاھئیں ۔ میں نے آج ۱۰ بجے سے ۲ بجے تک کا وقت اکیڈمی میں گذارا ۔ ڈائرکٹر اور انچارج دونوں میں سے کوئی بھی اکیڈمی نہیں آیا ۔ باقی کارکن گپ لڑاتے رھے اور چائے پیتے رھے ۔

سرسید اکیڈمی کے آرکائیوز سیکشن سے بعض ایسی معلومات مل گئیں جن کی مدد سے کچھ اور شہادتیں نکالی جا سکتی تھیں ۔ میں فوراً آزاد لائبریری کے سرسید روم کی طرف دوڑا اور دو گھنٹے صرف کرکے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے متعلقہ فائل دیکھے ۔ خوش قسمتی سے مولانا فراھی کی روانگی الہ آباد (میور کالج) کی تفصیل مل گئی ۔ بعض اور مفید معلومات بھی

ملیں ۔ یکم جون ۱۹۰۸ء سے مولانا فراہی چھ ماہ کی چھٹی لیکر میور کالج الہ آباد چلے گئے ۔ چھٹی ختم ہونے کے بعد کی کار روائی کا علم نہیں ہو سکا ۔ غالباً استعفا دیا ہوگا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا ۔

فیکلٹی لاؤنج میں شعبہ اردو علی گڑھ کی طرف سے یوم فانی کی تقریب ڈھائی بجے شروع ہونی تھی ۔ شعبے کے ایک استاذ شہر یار صاحب مجھے شرکت کی دعوت دے چکے تھے ۔ چار بجے لائبریری سے نکل کر فیکلٹی لاؤنج کا رخ کیا ۔ اچھی تقریب تھی ۔۔ اردو سے دلچسپی کا اندازہ ہوا ۔ لاؤنج بھرا ہوا تھا ۔ جو لوگ بعد میں آئے کھڑے رہے ۔ اسی لاؤنج میں چند روز پہلے «کمیونلزم» پر پولیٹیکل سائنس ڈیپارٹمنٹ کے زیر اہتمام ایک مجلس مذاکرہ میں شرکت کا موقع ملا تھا ۔ بہت کم لوگ تھے ۔ بمشکل ۴۰ ۔ ۵۰ آدمی ہوں گے ۔ جن میں اکثریت مقالہ نگاروں کی تھی ۔ آج کی تقریب میں تین چار سو کے قریب حاضرین تھے ۔ مجلس مذاکرہ کی مفصل کار روائی میں نے قلم بند کر رکھی ہے جو کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی ۔ ۷ بجے سے ایک مشاعرے کا اعلان کیا گیا مگر مجھے ایک جگہ اور جانا تھا اس لئے خواہش کے باوجود مشاعرے میں نہ جا سکا ۔

ساڑھے پانچ بجے سیمپوزیم سے فارغ ہو کر اشتیاق ظلی کے گھر آئے ۔ ان کے ساتھ آج شام سعید اکبر آبادی اور تقی امینی صاحب سے ملنے جانا تھا مگر دیر ہو جانے کی وجہ سے نہ جا سکے ۔ ظلی صاحب نے چائے پکوڑے اور بسکٹ سے تواضع کی ۔ تقریباً آٹھ بجے اٹھے ۔ برادرم علی اختر کی معیت اور رہنمائی میں صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ایم اقبال انصاری کے دولتکدے پر حاضری دی ۔ انہوں نے لکھنوی طرز کے پر تکلف کھانے کھلائے ۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ اور ان کی اہلیہ دونوں کا تعلق ارض نزاکت و نفاست لکھنو سے

ہے ۔ انہوں نے از راہ عنایت اپنے بعض مضامین اور انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے متعلق لٹریچر مطالعے کے لئے دیا ۔ علمی گفتگوئیں ہوتی رہیں ۔ میں نے فکر و نظر کے لئے مضامین کی فرمائش کی ۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ خود بھی بھیجیں گے اور اپنے رفقاء سے بھی بھجوائیں گے ۔

واپس آ رہے تھے ، راستے میں عضد الدین صاحب ساکن منگراواں کا گھر تھا ۔ وہ میرے نانہالی رشتہ دار ہوتے ہیں اور یونیورسٹی میں استاد ہیں ۔ ان سے مختصر ملاقات ہوئی ۔ دس بج چکے تھے ۔ گھر لوٹے نماز پڑھی اور سو گئے ۔

۲۹ فروری ۸۰ء

آج علی گڑھ میں میرے قیام کا آخری ورکنگ ڈے ہے ۔ کل یکم مارچ ۱۹۸۰ع کو رات کی گاڑی "دھلی بنارس میل" سے روانگی ہے ۔ آج بھی ہبرسید روم میں کچھ وقت گذارا ۔ فرخ جلالی صاحب کی مدد سے بعض مفید باتیں ملیں ۔ معین الدین انصاری صاحب نے یہاں قیام اور لائبریری سے استفادہ کا ایک سرٹیفیکٹ دیا ۔ آفتاب صاحب سے حوالے کی چٹ واپس لی ۔ ان کو گوج کی کتاب نہیں ملی ۔ شعبہ اردو سے عتیق صدیقی صاحب نے فکر و نظر علی گڑھ کا مکمل فائل عنایت کیا ۔ میں نے اس میں سے بعض پرچے منتخب کر لئے باقی کو علی اختر صاحب کے پاس چھوڑ دیا کہ بعد میں بھیج دیں گے ۔ اسلامک اسٹڈیز گیا ۔ اقبال انصاری صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ سورتی صاحب کے پاس ان کے دفتر گیا ۔ آج جمعہ ہے ، دیر ہو چکی تھی ، وہ جا چکے تھے ۔ ۱۲ بجے سی آئی ڈی آفس گیا ، ریذیڈنس پرمٹ لینا تھا ۔ یہ کام بھی ہو گیا ۔

یکم مارچ ۸۰ء

آج اعظم گڑھ کے لئے رات کے ۱۲ بجے دھلی بنارس ایکسپرس سے روانہ ہونا تھا ۔ صبح سویرے ہی اخلاق صاحب استاذ اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آ گئے ۔ انہوں نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ دکھایا ۔ میں نے فکر و نظر کے لئے لکھنے کی فرمائش کی ۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ اقبال انصاری صاحب کے ساتھ رضا انصاری صاحب سے ان کے گھر جا کر ملاقات کی ۔ ان کا تعلق فرنگی محل سے بہت قریبی رہا ہے۔ مولانا فراھی اور فرنگی محل کے تعلق کی نسبت ان سے گفتگو کی ۔ فکر و نظر کے لئے لکھنے کی دعوت دی ۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ مضامین بھیجیں گے ۔ ان کے ہاں سے نکلا تو احمد سورتی صاحب کے گھر الوداعی ملاقات کے لئے حاضری دی ۔ انہوں نے اپنے بھائی عبد الرحمن طاہر سورتی کے لئے خط اور بعض تحائف دیئے ۔ وھاں سے نکلا تو راستے میں فرخ جلالی مل گئے ، ان سے بھی علیک سلیک ہوئی ۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد اشتیاق پولیٹیکل سائنس کے ھاں گیا ۔ ان کی کتاب سے فراھی کے سلسلے میں ایک اقتباس نقل کیا اور حوالے لئے ۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی اور تپاک سے الوداعی کلمات کہے ۔ اشتیاق ظلی کے پاس آیا ۔ سعید اکبر آبادی کی بیان کردہ ایک روایت جو مولانا فراھی اور انور شاہ صاحب کشمیری سے متعلق تھی تصدیق کی ، اس لئے کہ وہ بھی حاضر تھے و ھاں ۔ ایک بجے گھر واپس آیا ۔ کھانا کھایا ، نماز پڑھی ، اور آرام کے لئے لیٹ گیا ۔ شام کو ٦ بجے کے قریب ڈاکٹر اقبال انصاری صاحب کے ساتھ عبداللطیف اعظمی صاحب گھر پر ملنے آئے ۔ بڑی کرم فرمائی کی انہوں نے ۔ دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رھیں ۔ اعظمی صاحب ان دنوں جامعہ ملیہ اور ذاکر انسٹی ٹیوٹ دھلی کے بیک وقت تین تین پرچوں کو سنبھالے ہوئے ھیں ۔ جامعہ آنے کی دعوت اتنے خلوص

سے دی کے بے اختیار جی چاھا کہ وھاں جایا جائے مگر پابندی کی زنجیر کہاں جانے دیتی ہے۔

جو مطلوبہ معلومات دوران قیام نہیں مل سکیں ان کی ایک فہرست یاران طریقت کے حوالے کی کہ وہ میرے بعد بھی تلاش و تحقیق کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور بذریعہ ڈاک نتائج سے مجھے آگاہ کریں گے۔

★ ★ ★ ★ ★